اخبار الحکم کا جوبلی نمبر اور پیغام صلح

الحکم کے جوبلی نمبر پر پیغام صلح نے اپنے ۲۴ جنوری کے پرچہ میں حسب معمول کچھ حاشیہ آرائی سے کام لیا ہے۔ جس کی اصل غرض سوائے اپنے قلبی بغض کے اظہار کے کچھ نہیں۔ انہوں نے نظام روحانی سے ہم کو کچھ لوگ خلافت پر اعتراض کرنے والے نظر آتے ہیں۔ ان کا اعتراض دراصل خلافت پر نہیں ہوتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ پر ہوتا ہے۔ جو [illegible]

[illegible]

انی جاعل فی الارض خلیفہ

آج بھی کچھ لوگ بول اٹھتے ہیں۔ قالوا اتجعل فیہا من یفسد فیہا و یسفک الدماء و نحن نسبح بحمدک و نقدس لک قال انی اعلم ما لا تعلمون۔ گویا ان کے نزدیک خلیفہ کا وجود تو بدامنی پیدا کرنے کا باعث ہوتا ہے۔ اور خود وہ بڑے امن پسند اور تسبیح و تحمید کی صدائیں کا غلغلہ بلند کرنے والے ہوتے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ انہیں یہی فرماتا ہے۔ کہ جو میں جانتا ہوں۔ وہ تم نہیں جانتے ہو۔

بالکل یہی حالت ہم کو آج بھی نظر آتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے [illegible] میں ایک خلیفہ قائم فرمایا۔ مگر کچھ لوگ

ہیں۔ کہ وہ اس بات کی رٹ لگا رہے ہیں۔ کہ خلافت کا وجود پیہم بدبختی کا باعث ہے۔ اور ہم اشاعت قرآن اور خدمت اسلام میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ فقرہ ٹھیک نحن نسبح بحمدک و نقدس لک کے مقابل ہی ہے۔

مگر افسوس منکران خلافت قرآن کریم کے اس ارشاد الٰہی کو نہیں پڑھتے۔

انی اعلم ما لا تعلمون

منکرین خلافت کو جان لینا چاہیئے۔ کہ اول تو تمہاری کوئی خدمت ہی نہیں۔ اور اگر ہے بھی تو انکار خلافت کے نتیجہ میں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل قبول نہیں۔ کیونکہ تمہارا یہ فعل اللہ تعالیٰ کے منشاء کے صریح خلاف ہے۔

پس

کیسے تعجب کی بات ہے۔ کہ وہ لوگ جو قرآن دانی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ وہ قرآن شریف کی سب سے پہلی تعلیم کو بھی سمجھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ کہ انکار خلافت ایک طرف سلب ایمان کا باعث ہوتا ہے۔ اور دوسری طرف منشاء الٰہی کے صریح خلاف۔ پھر کیا وہ لوگ جو منشاء الٰہی کی مخالفت پر آمادہ ہیں۔ اور اپنے آپ کو انی واستکبر کے مقام پر کھڑا کرتے ہیں۔ وہ کامیاب ہو سکتے ہیں یا وہ جنہوں نے خدا کی آواز کو سنا اور

فسجدوا

کے ارشاد کے مطابق اطاعت الٰہی کے مقام پر کھڑے ہو گئے۔ فرض کر لو۔ کہ تم نے ہزار کام کیا ہے۔ اور تمہاری ہزار خدمات ہوں۔ مگر تمہارا یہ فعل کہ تم نے خلافت کا انکار کیا۔ یہ ایک ایسا فعل ہے۔ جس کے نتیجہ میں ہر قسم کی خدمات ہمیشہ سے رد ہوتی چلی آتی ہیں۔

اور ہمارا یہ فعل

کہ ہم نے اپنی کم مائیگی اور بے سروسامانی کی حالت میں خدا کی آواز پر لبیک کہی۔ اور اس کی آواز پر اطاعت کا جوا اپنی گردن پر رکھ لیا۔ خدا کے نزدیک پیارا ہے۔

پس

ہم کو ایک نعمت ملی۔ اور تم اس نعمت سے محروم ہو گئے۔ اسلئے ہمارے لیے تو خوشی اور مسرت کی یہ گھڑی ہے۔ اور تمہارے

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپ کر دفتر اخبار الحکم تراب منزل سے شائع کیا)

[illegible] جماعت احمدیہ

اس کے سوا

[illegible] سرمیں۔ تو آپ کو معلوم ہو جائے کہ آپ نے اس جماعت کو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ خدا نے [illegible] دو حصے کر دیا۔ کیا اس فعل شنیع کے بعد جس کی کوئی [illegible] تعریف نہیں کر سکتا۔ آپ کو یہ گھمنڈ ہے۔ [illegible]

ایک معاصرانہ سوال

[illegible] ہم سے اسی پرچے میں ایک معاصرانہ سوال [illegible]

"[illegible] جوبلی نمبر میں ایک سچے احمدی کی روح کی تسکین کا کون سا سامان ہے؟"

[illegible] ہے کہ جناب! جوبلی نمبر میں ہر سچے احمدی کی روح [illegible] کا مکمل سامان ہے۔ کیونکہ جب ایک سچا احمدی یہ محسوس [illegible] کہ اس نے خدا تعالیٰ کی اس نعمت کو پا لیا جو "خلافت" کے [illegible] بنی نوع انسان کو ملی۔ تو وہ خوشی اور مسرت [illegible] ہو کر خدا کی حمد اور شکر کرنے لگتا ہے۔ اور جب اسے [illegible] ہے۔ کہ خلافت کے ذریعے جو برکات کسی جماعت کو [illegible] من حیث الجماعت اس کی جماعت کو مل گئے۔ اور جو [illegible] من حیث الافراد کسی فرد کو ملتے ہیں۔ وہ اسے من حیث [illegible]۔ تو پھر اس کا دل خوشی اور مسرت کے جذبات [illegible] ہے۔ اور وہ کہہ اٹھتا ہے۔

الحمد والشکر یا ربنا!

[illegible] دیکھتا ہے۔ کہ الٰہی سنت کے مطابق ایک گروہ نے [illegible] سنگباری سے کام لیا ہے۔ اور الٰہی وعدوں کے [illegible] ان کے اعمال کا جوڑ ہو گیا ہے۔ اور خدا نے اسے محض اپنے [illegible] سامانوں سے نہیں بنایا۔ تو پھر ایک دفعہ اس کے [illegible] تعالیٰ کے لئے شکر کا جذبہ موجزن ہو جاتا ہے۔

پس اس جوبلی نمبر کو پڑھ کر ایک مومن کا ایمان تو بڑھتا ہے [illegible] اس کی روح کو تسکین ہی تسکین ہوتی ہے۔

مگر

[illegible] روح کی تسکین کا سامان اس لئے کم ہوتا ہے۔ کہ وہ [illegible] سایہ سے بھی ڈرتی اور چیز کو اپنا دشمن خیال کر کے جنگل میں [illegible] پھرتی ہے۔

پس تم اپنے خوف کو دور کر دو۔ اور اپنی آنکھوں سے پریشانی کے [illegible] کو دور کر دو۔ تم کو امن اور سلامتی کا قصر نظر آنے لگے گا۔

کچھ اور اعتراضات

[illegible] بیٹھے ہوئے بھائی ہمیشہ کچھ اعتراض کیا کرتے ہیں [illegible] کے اعتراضات کا نچوڑ ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اس پرچے میں [illegible] ساتھ ہی دہرا دیئے ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں:۔

(۱) حضرت مسیح موعود نے تبلیغ و حفاظت و اسلام کے اور اشاعت قرآن کے لئے جماعت بنائی تھی۔ محمود کی خلافت کے عہد میں ہمارے قادیانی دوست اس مقصد سے بہت دور چلے گئے ہیں۔

(۲) آج قادیان میں کثرت و تنظیم ہے۔ جتھہ اور طاقت ہے۔ سیاستی چرچے۔ اور ریاستی شان ہے۔ لیکن خدمت دین کا ولولہ۔ اشاعت اسلام کا جذبہ اور قرآن پھیلانے کا شوق نظر نہیں آتا۔

(۳) جناب خلیفہ صاحب کے وجود کے ذریعہ خدائی وعدوں کا پورا ہونا تو ایک طرف رہا۔ انہوں نے جماعت کو پیر پرستی کے تاریک غار میں دھکیل کر حضرت مسیح موعود کے خدائی مشن کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔

(۴) انہوں نے اجرائے نبوت اور تکفیر المسلمین کے عقائد کی ایجاد کر کے احمدیت کی بنیاد پر زبردست ضرب لگانے کی کوشش کی ہے۔"

یہ خلاصہ ہے۔ ان تمام اعتراضات کا جو لاہوری احباب کی طرف سے ہمیشہ سننے میں آتے ہیں۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو یہ سب کچھ دعوے بلا دلیل ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبی کھڑا کیا۔ اور ان وعدوں میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے فرمائے گئے تھے۔ آپ کو نبی اللہ کے لقب سے ملقب کیا گیا۔ اور آپ نے خود بھی لکھا کہ:۔

"ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ ہم نبی اور رسول ہیں"

اور خدا تعالیٰ نے اپنی وحی میں بار بار آپ کو نبی کہہ کر پکارا۔ پس آپ نبوت کے مدعی تھے۔ خدا کی وحی میں آپ کا یہ نام رکھا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو نبی کہہ کر یاد فرمایا۔

پس اس سلسلہ میں سب سے پہلی چیز نبوت و رسالت ہے اور یہ وہ انعام الٰہی ہے۔ جس سے امت محروم ہو چکی تھی۔ اور یہ نعمت حضرت مسیح موعود کے ذریعے از سر نو ہم کو دی گئی۔ مگر کچھ لوگ آپ جیسے پیدا ہو گئے۔ جو اس نبوت کی عظمت کو دلوں سے مٹانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگانے لگے۔ اس لئے ضرورت تھی کہ اس نعمت کی حفاظت پوری قوت سے کی جائے۔ اور قاعدہ بھی یہی ہے۔ کہ جتنی قیمتی چیز ہو۔ اتنی ہی اس کی حفاظت کی ضرورت پیدا ہوتی ہے۔ چونکہ اندرونی اور بیرونی دشمنوں نے متحد ہو کر نبوت کو مٹانے کی سعی کی۔ اس لئے خلافت حقہ کا فرض ہو گیا۔ کہ وہ اس نبوت کی نعمت کی حفاظت کے لئے پوری سعی کرے۔ یہی باعث ہے کہ آپ لوگ جو نبوت کی مخالفت پر اڑے کھڑے ہیں۔ آپ کو اپنا خلیفہ اور اپنی جماعت اچھی معلوم نہیں ہوتی۔

پس

سب سے پہلا مقصد قیام خلافت سے اس نعمت کی حفاظت تھا جو خدا تعالیٰ کے فضل سے ہم کو خلافت کی طفیل حاصل ہوئی۔

حفاظت اسلام کے نام سے ایک دھوکہ

مجھے افسوس ہے کہ آپ لوگ حفاظت اسلام کے نام سے دنیا کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ ایک وہ اسلام ہے جسے آپ اسلام خیال کرتے ہیں۔ اور یہ وہ اسلام ہے جس کا وعدہ اخبار وطن کے ایڈیٹر کو آپ کے بزرگوں نے دیا تھا۔ اور جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ:۔

"میرے ذکر کے بغیر وہ کس اسلام کو پیش کریں گے"

بے شک اس اسلام کی حفاظت نہ ہمارا امام کرتا ہے اور نہ کر سکتا ہے اور نہ جماعت کر سکتی ہے۔

ہاں

وہ اسلام جس کی اشاعت کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بحیثیت حکم و عدل کے تشریف لائے۔ اور جس اسلام میں اطاعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے حضور کو مقام نبوت حاصل ہوا۔ اس کی اشاعت ہمارا امام اور اس کی ساری جماعت خدا کے فضل سے کر رہی ہے۔ اور یہی ہماری زندگیوں کا مقصد ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم اس مقصد سے ایک انچ بھی ادھر ادھر نہیں ہیں۔

ہم پر ایک اور اعتراض

لکھا ہے:۔

"آج قادیان میں کثرت و تنظیم ہے۔ جتھہ اور طاقت سیاسی چرچے اور ریاستی شان ہے۔ لیکن خدمت دین کا ولولہ۔ اشاعت اسلام کا جذبہ اور قرآن پھیلانے کا شوق نظر نہیں آتا"

اس اعتراض کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ تو اعتراف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو کثرت۔ تنظیم۔ جتھہ۔ طاقت۔ سیاست اور شان دی ہے۔ اس کا جواب تو اس قدر کافی ہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ کثرت۔ تنظیم اور جتھہ اور طاقت۔ سیاست اور شان خدا کے فضل کے بغیر نہیں مل سکتی۔ کاش تم اس سے کچھ لیتے۔ کیا تم خیال کرتے ہو۔ قلت۔ تشتت۔ افتراق۔ ضعف۔ عدم تدبیر اگر یہ چیزیں نعمت الٰہی ہیں۔ تو میرے دوستو پھر تم پر کیا افسوس۔ تم تو معذور ہو۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اب رہا اس سوال کا دوسرا حصہ۔ اشاعت اسلام کا جواب میں پہلے دے چکا ہوں۔ اب رہا قرآن پھیلانے کا شوق نظر نہیں آتا۔

سو عرض ہے کہ آپ کو کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ کسی زبانہ کا [illegible] تم کو نظر نہیں آتا۔ اس نبی کی پیشگوئیاں جو حضرت امیر المومنین اور ذریت طیبہ کے متعلق تھی۔ تم کو نظر نہیں آتیں۔ اس وقت کا عظیم الشان خلیفہ تم کو نظر نہیں آتا۔ اور اس کے کارنامے تم کو نظر نہیں آتے۔ پھر اگر ہمارا قرآن پھیلانے کا شوق نظر نہ آئے۔ تو کوئی بعید نہیں۔ آپ لوگ خیال کرتے ہیں کہ قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ اگر ایک مدت میں طبع نہ ہو۔ تو کچھ بھی نہیں۔ یہ ضروری نہیں۔ کہ دوسری زبانوں میں ترجمۃ القرآن کے لئے ایک وقت مقرر ہو۔ ہمارے اخبارات۔ ہماری کتابیں۔ ہماری درس۔ ہمارے مبلغین اور ہزارہا آنریری تبلیغ کرنے والے احمدی۔ ہمارے تیار ہونے والے مجاہدین۔ ہمارے غیر ممالک میں کام کرنے والے مشنری۔ سب کے سب اشاعت قرآن میں لگے ہوئے ہیں۔ وفات مسیح کا مسئلہ۔ نبوت کا مسئلہ۔ اشاعت اسلام کا سوال۔ دیگر مذاہب پر اسلام کی فوقیت اور صدہا مسائل ہیں۔ جو اس وقت سمجھائے نہیں جا سکتے۔ جب تک قرآن کریم کے علوم کو پھیلایا نہ جائے۔

اتنی بڑی جماعت جس کا بچہ بچہ قرآن کریم کے علوم کی اشاعت میں لگا ہوا ہے۔ وہ تو تم کو نظر نہیں آتا۔ ہاں اگر تمہارے اپنے مقرر کردہ اصول پر اگر کوئی چیز ہو تو وہ تم کو نظر آ سکتی ہے۔ خدا نے چاہا۔ تو آپ کی آنکھوں کے لئے یہ سرمہ بھی جلد تیار ہو جائیگا۔ اور مجھے افسوس تو یہ ہے۔ کہ جب قرآن کریم کا انگریزی ترجمہ شائع ہو جائے گا۔ تو پھر تمہارے پاس اعتراض کرنے کے لئے کیا رہے گا۔

تیسرا اعتراض

پھر تیسرا اعتراض یہ فرمایا ہے کہ:۔

"جناب خلیفہ صاحب کے وجود کے ذریعہ خدائی وعدوں کا پورا ہونا تو ایک طرف رہا انہوں نے جماعت کو پیر پرستی کے تاریک غار میں دھکیل کر حضرت مسیح موعود کے خدائی مشن کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ہے۔"

کاش آپ تھوڑی سی تکلیف فرماتے۔ اور ان خدائی وعدوں کو جو مولوی محمد علی صاحب کی ذات میں پورے ہوئے (بقیہ مضمون ایک صفحہ ۔۔۔)

میں کیونکر احمدی ہوا

(جناب بابو عبدالرحمٰن صاحب امیر جماعت احمدیہ کی قلم سے)

ہم ممنون ہوں۔ کہ بابو صاحب نے یہ نہایت دلچسپ مضمون لکھکر ارسال فرمایا ہے۔ جس میں نہایت اہم معلومات تاریخ سلسلہ کے متعلق موجود ہیں۔ امید ہے۔ کہ احباب اس مضمون کے مطالعہ سے نہایت محظوظ ہوں گے۔ (ایڈیٹر)

تمام اسماء الحسنیٰ اللہ تعالیٰ کو ثابت ہیں۔ جو خالق۔ مالک الرحمٰن الرحیم اور رب العالمین ہے۔ اور صلوٰۃ اور درود اس کے نبیوں پر بالخصوص محمد مصطفےٰ۔ احمد مجتبیٰ۔ خاتم الانبیاء سید الاصفیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔ اور ان کے اہل بیت اور خلفائے راشدین اور خلفائے اکابرین اور تمام پرہیزگار و متقیوں کا اول اور آخر میں اسکے مسیح الموعود و مہدی معہود اور خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ پر۔ بعد حمد و نعت کے حسب الارشاد جناب ناظر صاحب امور عامہ کچھ موٹے موٹے اپنے حالات زندگی۔ اور یہ کہ میں کیونکر احمدی ہوا۔ عرض کرتا ہوں۔ وباللہ التوفیق۔

(۱) مجھ کو میرے والدین مرحوم و مغفور سے معلوم ہوا۔ کہ غالباً یہ عاجز ۱۸۶۶ء میں پیدا ہوا۔ یعنی غدر دہلی ۱۸۵۷ء سے نو سال بعد۔ سات سال کی عمر میں مکتب (محلہ کی مسجد) میں پڑھنے کے لئے بٹھایا گیا اس وقت سرکاری سکول بہت کم تھے۔ چنانچہ آٹھ سال کی عمر میں عاجز نے قرآن شریف ناظرہ ختم کیا۔ اور بعد ازاں دس سال کی عمر تک۔ مکتب ہی میں اردو فارسی کی کتابیں اور لکھنا پڑھنا سیکھتا رہا۔ لکھنا عموماً تختی اور وصلی پر ہوا کرتا تھا۔ کاغذ بہت کمیاب تھے۔ گیارہ سال کی عمر ۱۸۷۷ء میں مجھ کو مشن سکول کی ایک شاخ میں پڑھنے کے لئے بٹھایا گیا۔ اس وقت انبالہ شہر میں صرف ایک ہی مشن سکول تھا۔ جہاں پر مروجہ تعلیم دی جاتی تھی۔ تیسری جماعت تک اس شاخ میں تعلیم پاکر اور پاس ہو کر ۱۸۸۰ء میں مشن سکول میں چوتھی جماعت میں داخل ہوا۔ جو میرے محلہ کے بالکل قریب ہی تھا۔ اس سال گورنمنٹ سے حکم آگیا۔ کہ چوتھی جماعت کو بالکل جماعت پرائمری کہا جائے۔ چنانچہ ۱۸۸۱ء میں پانچویں جماعت کا امتحان پاس کیا۔ ہر ماہ آزمائشی امتحان ہوا کرتا تھا۔ میں دوسرے نمبر پر عموماً پاس ہوا کرتا تھا۔ اسی طرح ہر تین سال تک ہر ماہ ڈیڑھ روپیہ یا دو روپیہ وظیفہ یا انعام مل جایا کرتا تھا۔ اپریل ۱۸۸۳ء میں میں مڈل پاس کیا۔ پانچ روپیہ ماہوار سرکار سے وظیفہ مقرر ہو گیا۔ اور انٹرنس کی کلاس میں داخل ہو گیا صرف ۸؍ ماہوار فیس دیا کرتا تھا۔ اپریل ۱۸۸۵ء میں امتحان انٹرنس میں پاس ہو گیا۔ حساب کی کتاب پانچویں جماعت سے لیکر انٹرنس تک علاوہ الجبرا و اقلیدس کے برادٌ مسٹھ تھی اور فارسی کی کتابیں سالم گلستان بوستان انٹرنس تک رہی۔ کوئی خاص کورس مقرر نہیں تھا۔ پرچے باہر سے آتے تھے۔ جماعت انٹرنس میں ہم صرف تین لڑکے ہوتے تھے۔ اور تینوں پاس ہو گئے۔

امتحان ان دنوں امرتسر میں ہوتا تھا۔ میں انبالہ شہر میں بلکہ ضلع انبالہ میں تیسرا مسلمان لڑکا تھا۔ جو انٹرنس میں پاس ہوا۔ اس کے بعد ۱۸۸۶ء میں میں صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر انبالہ کے دفتر میں بطور امیدوار برائے ملازمت منظور ہو گیا ۱۸۸۹ء میں قائمقام دو سال کے واسطے دفتر خزانہ انبالہ شہر میں بمشاہرہ مبلغ ۲۲/۸ روپیہ ماہوار ڈیپازٹ کلرک مقرر ہوا یوں یہ جگہ ۴۵ روپیہ ماہوار کی تھی۔ اس زمانہ میں ٹائم سکیل نہیں تھا۔ مقررہ گریڈ تھے۔ دفتر خزانہ کے گریڈ ۴۰۔ ۵۰۔ ۶۰۔ ۸۰ تا ۱۲۰ روپیہ تھے ۱۸۹۰ء میں چالیس روپیہ ماہوار مستقل گریڈ پر مقرر ہو گیا۔

ان دنوں میں یعنی ۱۸۸۸ء میں میر قاسم علی صاحب جو آجکل ایڈیٹر فاروق ہیں سیالکوٹ سے انبالہ شہر میں تشریف لائے تھے۔ کچھ دنوں تک وہ منصفی انبالہ میں امیدوار ملازمت رہے۔ عالم شباب تھا۔ جوان تھے میرے ہمعمر تھے۔ میرے محلہ میں مکان کرایہ پر لیا ہوا تھا۔ بعد میں قریب ہی ایک چوبارے میں مقیم رہے۔ میری ان سے بڑی گہری محبت اور دوستانہ ہو گیا۔ اور روز و شب ایک ہی جگہ نشست و برخاست ہو گئی غرضیکہ گھر والا معاملہ ہو گیا۔ شروع سے میر صاحب ہوشیار زیرک۔ ذہین۔ فہیم واقع ہوئے تھے۔ چونکہ والد صاحب مرحوم کا رجحان اہل حدیث کی طرف تھا۔ شرک و کفر سے بیزار تھے اہل حدیث کی حمایت کرتے تھے۔ ان دنوں فاتحہ خلف امام کا چرچا اور بحث زیادہ رہتی تھی۔ میر صاحب کی طبیعت اسی طرف مائل تھی۔ اس لئے ان سے محبت اور دوستانہ اور بھی زیادہ ہو گیا۔ منشی کرم خاں ایک اہلکار ڈپٹی کمشنر صاحب بہادر انبالہ کے دفتر میں تھے۔ وہ حنفی المذہب تھے میرے ساتھ اور میر صاحب کے ساتھ ان کا ملنا جلنا تھا۔ ان کے ساتھ اسی مسئلہ یعنی فاتحہ خلف امام پر گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ آخر ان کے ساتھ میر صاحب کا مباحثہ قرار پایا بمکان عبدالحلیم خاں صاحب کی کوٹھی پر جو ولد ریاست پٹیالہ کی طرف سے وکیل تھے۔) ہوا۔ وکیل صاحب موصوف تھے۔ ان کا رجحان بھی اہل حدیث کی طرف تھا۔ چنانچہ انہوں نے میر صاحب کے حق میں فیصلہ دیا۔ غرض ان دو تین سالوں میں میر صاحب جب تک یہاں پر رہے۔ علمی اور مذہبی گفتگو ہوتی رہتی تھی۔ بعد میں میر صاحب یہاں سے کرنال تشریف لے گئے۔ ۱۸۹۲ء میں ترقی ہو کر پچاس روپیہ ماہوار کے گریڈ پر خزانہ میں ہی مقرر ہو گیا۔ ۱۸۹۳ء بڑے رنج اور غم کا سال تھا۔ چنانچہ ۲۰؍ اکتوبر ۱۸۹۳ء کو والد صاحب کا سایہ سر سے اٹھ کھڑا ہوا۔ صرف ۲۰-۲۱ یوم تپ محرقہ میں مبتلا رہ کر دنیائے فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائے۔ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس نصیب کرے۔ آمین۔ والد صاحب کا نام اللہ بندہ تھا۔ حافظ قرآن تھے۔ اردو فارسی پڑھے ہوئے تھے۔ صوم و صلوٰۃ کے بہت پابند تھے۔ اپنی قوم میں بارسوخ تھے۔ حنفی المذہب تھے۔ مگر اہل حدیث کی حمایت کرتے تھے۔ شرک اور کفر سے بیزار تھے۔ بعض محلہ والے اس وجہ سے مخالفت کرتے رہتے تھے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام جب انبالہ چھاؤنی میں تشریف لائے تھے۔ تو والد صاحب مرحوم بھی حضور کی زیارت کو گئے تھے۔ اس وقت حضرت صاحب نے دعویٰ نہیں کیا تھا۔ مجھے یاد ہے۔ کہ والد صاحب نے آکر فرمایا کہ مرزا صاحب اہلحدیث کے بڑے جید مولوی ہیں۔ ابھی والد صاحب مرحوم کو گذرے ہوئے چوتھا یا پانچواں دن تھا کہ کسی شخص کی جھوٹی شکایت پر میں معطل ہو گیا۔ مصیبت کا سر پر پہاڑ ٹوٹ پڑا رنج و غم کا یہ حال کہ کسی صورت چین نہیں پڑتی تھی۔ آخر تین چار روز کے بعد ڈپٹی کمشنر صاحب نے فیصلہ کر کے میرا تنزل کر دیا۔ یعنی پچاس روپیہ سے تیس روپے کے گریڈ پر کر دیا۔ بڑا فکر اور افسوس دامنگیر ہوا۔ کیونکہ میرے سے اوپر سب میرے سے کم عمر کے تھے۔ اور میں خیال کرتا تھا کہ شاید تمام عمر تک پچاس روپیہ کا گریڈ نہ ملے۔ مجھے لوگ کہتے تھے۔ کہ کمشنر صاحب کے پاس اپیل کر دو۔ میں نے کہا میں کچھ نہیں کرتا۔ خدا کو جو منظور تھا۔ وہ ہو گیا۔ مگر رنج و غم مجھے رات دن لگا رہتا۔ آخر ایک رات خواب میں والد صاحب مرحوم تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ کیوں اس قدر فکر کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ تجھ کو بہت کچھ دیگا۔ اور ترقی کریگا۔ صبح کو اٹھا تو خدا کا شکر ادا کیا۔ دل کو بڑی تسکین ہو گئی۔ رنج و غم سب جاتا رہا۔ گویا بالکل تسکین اور اطمینان ہو گیا۔ چنانچہ اگلے سال ۱۸۹۴ء میں پہلے ترقی ہو کر چالیس کا گریڈ مل گیا۔ پھر پچاس کا گریڈ مل گیا۔ وہ دو کلرک جو میرے سے اوپر تھے۔ اور میرے سے عمر میں کم تھے۔ فوت ہو گئے۔ اور ترقی بھی اسی افسر خزانہ اور اسی ڈپٹی کمشنر نے دی۔ جس نے تنزل کیا تھا۔ اس کے بعد ۱۸۹۵ء میں پچھتر روپیہ ماہوار کا گریڈ مل گیا۔ ستمبر ۱۸۹۶ء میں میری پیاری والدہ صاحبہ بیمار ہو گئیں۔ اور ۵؍ ۱۱/۹۶ کو فوت ہو گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ مغفرت کرے۔ والدہ صاحبہ صوم و صلوٰۃ کی پابند تھیں۔ ۱۸۹۹ء میں خاکسار بفضل خدا ہیڈ ٹریژری کلرک بمشاہرہ ۱۲۰ یکصد بیس روپیہ ماہوار قائمقام مقرر ہو گیا۔ لطف یہ کہ افسر خزانہ وہی تھے جنہوں نے تنزل کی رپورٹ کی تھی۔ الحمدللہ خواب پوری ہو گئی ثم الحمدللہ۔

۱۹۰۰ء میں مولوی محمد علی صاحب موضع بہادر تحصیل قادیان ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے۔ تقریباً عرصہ بیس سال سے ہماری مسجد موسومہ بچا باغ میں امام مسجد تھے محلہ میں اور نیز کل شہر میں ان کا بڑا رسوخ اور بہت شہرت تھی۔ دہلی سے تعلیم پاکر آئے تھے۔ اور آتے ہی امام مسجد ہو گئے۔ ڈاڑھی مونچھ نکل رہی تھی۔ نوجوان نیک اور صالح تھے۔ جمعہ کے روز علاوہ محلہ کے نمازیوں کے کل شہر کے نمازی اس قدر آتے تھے۔ کہ مسجد باوجود کلاں ہونے کے چھوٹی معلوم ہوتی تھی۔ لوگ مسجد کے باہر زینہ پر کھڑے ہوتے تھے۔ مولوی صاحب موصوف کبھی کبھی حضرت مرزا صاحب کا ذکر خیر پرائیویٹ طور سے بھی اور تقریر میں بھی تعریف کے ساتھ کرتے۔ اور ادب سے نام لیا کرتے تھے۔ لوگوں

میں چرچا ہونے لگا۔ کہ مرزا صاحب تو کہتے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔ اور کہ میں مسیح موعود ہوں۔ مولوی صاحب ان کی تعریف کرتے ہیں۔ ہوتے ہوتے لوگ ان کے خلاف ہو گئے۔ اور میں بھی انہیں میں شامل تھا۔ بلکہ یہاں تک ہوا۔ کہ میں نے اور میرے ساتھ اور بہت آدمیوں نے اُن کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی۔ دوسری پاس کی مسجد میں نماز پڑھنے لگ گئے۔ اتفاق سے کچھ دنوں کے بعد باہر سے ایک مولوی عبدالکریم صاحب آ گذرے۔ انہوں نے ہماری اور مولوی صاحب کی مصالحت کرا دی۔ یہ شائد سنہ ۱۹۰۰ء کا واقعہ ہے۔ اس کے بعد غالباً سنہ ۱۹۰۲ء میں میرے کرمفرما میر قاسم علی صاحب جن کا ذکر اوپر کر آیا ہوں۔ کرنال سے میرے پاس تشریف لائے ملاقات کرنے پر فرمایا۔ کہ میں قادیان جا رہا ہوں۔ اور نیز فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے۔ اور کہ حضرت مرزا صاحب نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ معلوم نہیں انہوں نے کہا کہ بیعت کر لی ہے۔ یا کہ کرنے جا رہا ہوں۔ غرض یہ بات میں نے تعجب اور حیرت سے سنی۔ کیونکہ ہم اس بات پہ مولوی محمد علی صاحب امام مسجد سے مخالفت کرتے تھے۔ میر صاحب نے جیسا کہ ان کی عادت ہے۔ قرآن شریف سے متعدد آیات وفات حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیش کیں۔ مکرم میر صاحب کے پرانے دوست منشی کرم خان صاحب میرے مکان پر اُن سے ملنے کے لئے آئے تھے۔ اور وفات حیات پر گفتگو ہوتی تھی۔ آخرکار میر صاحب اور منشی کرم خاں کے درمیان وفات حیات پر مباحثہ ہونا قرار پایا۔ جگہ مباحثہ ریاست نابھ والی حویلی کے باغ میں مقرر ہوئی۔ خاکسار اور مولوی احمد حسن رسوا جو کچہری میں اہلکار تھے۔ ثالث مقرر ہوئے۔ لوگ جوق در جوق جلسہ مباحثہ پر پہنچ گئے۔ تجویز ہوا۔ کہ پہلے میر قاسم علی صاحب اپنا دعویٰ وفات عیسیٰ علیہ السلام پیش کریں۔ چنانچہ میر صاحب نے بڑے زور اور جوش کے ساتھ اپنی تقریر شروع کی۔ فرمایا۔ کہ قرآن میں جس جس جگہ توفی کا لفظ آیا ہے۔ اس کے معنے قبض روح اور موت کے ہیں۔ اور کئی ایک آیات پیش کیں۔ اور حدیث شریف اور تفسیر اور لغت سے اور محاورہ عرب سے اور سرکاری کاغذات سے۔ مثلاً متوفی کی لائف۔ متوفی کا مال پیش کر کے خوب ذہن نشین کرایا۔ کہ لفظ توفی کے معنے موت اور قبض روح کے ہیں۔ اس کے بعد منشی کرم خاں تردید کے لئے کھڑے ہوئے۔ انہوں نے چند آیات ایسی پیش کیں۔ کہ جن میں معنے پورا لینے کے ہیں۔ اور کہا کہ ہمیں زیادہ بحث کی ضرورت نہیں کیونکہ مرزا صاحب نے براہین احمدیہ میں خود تحریر کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ واپس آویں گے۔ چنانچہ انہوں نے وہ حوالہ براہین احمدیہ سے پڑھ کر سنایا۔ گو میر قاسم علی صاحب نے اس حوالہ کی حقیقت سمجھائی۔ مگر پبلک کی سمجھ میں وہ تشریح نہ آئی۔ اور مولوی رسوا صاحب نے اور میں نے فیصلہ مکرم میر صاحب کے خلاف کیا۔ کیونکہ مرزا صاحب خود تسلیم کرتے ہیں۔ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ آوینگے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس مباحثہ میں احمدیت کی شکست ہوئی۔ شکست نہیں بلکہ فتح ہوئی۔ وہ اس طرح کہ میرے اور دوسرے دوستوں کے دل پر یہ اثر ہوا۔ کہ توفی کے معنے ضرور موت ہی کے ہیں۔ میں بفضل خدا روزمرہ تلاوت قرآن شریف کیا کرتا تھا۔ جہاں جہاں توفی کا لفظ آتا۔ میں اس پر نشان لگاتا رہا۔ اور ساتھ ہی دیکھتا رہا۔ کہ یہاں پر کیا معنے ہیں۔ غرض قرآن شریف

کے ختم ہونے پر مجھے یہ یقین ہوا۔ کہ مرزا صاحب سچے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضرور فوت ہو چکے۔ پھر نزول اور رفع کا لفظ مجھے قرآن شریف سے ہی حل ہو گیا۔ جیسے کہ انزلنا الحدید۔ انزلنا علیکم لباساً۔ ورفعناہ مکاناً علیاً۔ ورفعنا لک ذکرک وغیرہ اس کے بعد اس بات کا شوق ہوا۔ کہ مرزا صاحب جو یہ کہتے ہیں۔ کہ میں مسیح موعود ہوں۔ یہ کیونکر ہے۔ اتفاق حسنہ سے اور میری خوش قسمتی سے چوہدری رستم علی صاحب مرحوم تبدیل ہو کر یہاں بطور کورٹ انسپکٹر پولیس تشریف لائے ہوئے تھے۔ یہ شکر وہ میرے پاس آئے۔ میں اُن کے پاس آنے جانے لگا۔ بعدازاں میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں لے کر ایک ایک کر کے پڑھنی شروع کیں۔ اور جو پڑھتا وہ سب اپنے بھائی اور رشتہ داروں اور احباب کو جو محلہ کے میرے ساتھ تھے ضرور سناتا۔ تاکہ میرے ساتھ ساتھ واقفیت ہوتی چلی جائے۔ اسی طرح پر یہ سلسلہ کتب بینی اور تحقیق کا ایک سال تک رہا۔ اور اس عرصہ میں کما حقہ وفات مسیح کے دلائل اور براہین سے واقف ہو گیا۔ بلکہ غیر احمدی مولویوں سے وفات مسیح پر گفتگو کرتا۔ اور قرآن شریف کی آیات پیش کرتا۔ مگر وہ کچھ جواب نہ دے سکتے۔ بلکہ تنگ ہو کر کہہ دیتے۔ کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام فوت بھی ہو گئے۔ پھر بھی وہ زندہ ہو کر واپس آویں گے۔ کیونکہ حدیث میں نزول کا لفظ آیا ہے۔ پھر میں اُن کو قرآن شریف سے انزلنا الحدید۔ وانزلنا علیکم لباساً وغیرہ آیات پیش کرتا۔ غرض وہ پھر لاچار ہو کر کہہ دیتے۔ کہ خدا تعالیٰ کو سب قدرت ہے۔ میں کہتا بے شک قدرت ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں جو احکام جاری فرمائے ہیں وہ اس کے خلاف نہیں کرتا۔ غرضیکہ شب و روز برابر ایک سال تک یہی گفتگو یہی چرچا رہتا۔ اور میں علیٰ وجہ البصیرت ان سب مسائل میں بفضلہ خدا پختہ اور مضبوط ہو گیا۔ اور میرے بھائی رشتہ دار اور دوسرے دوست بھی خوب پختہ ہو گئے۔ اور اللہ کا نام لیکر میں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں اپریل سنہ ۱۹۰۳ء کو بیعت کا نیاز نامہ تحریر کر دیا۔ اور میرے ساتھ تین آدمیوں نے بیعت کی۔ جس میں میرے برادران اور پسران اور رشتہ داران اور دیگر احباب شامل تھے۔ جو اخبار الحکم ۱۸ جلد ۷ صفحہ ۱۶ مورخہ ۱۷ مئی سنہ ۱۹۰۳ء میں درج ہیں۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے۔ کہ اس نے اپنے مسیح موعود کی شناخت کی توفیق مجھ ایسے ناقابل کو عطا فرما دی۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ مجھ سے بہت زیادہ لوگ علم و عقل و فہم و ادراک والے موجود تھے۔ اور میں پھر الحمد للہ کہتا ہوا ختم کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ مجھے تا وفات اسی عقیدہ پر دائم قائم رکھے۔ اور قرآن شریف کے سب حکموں کی تعمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ میری انکساری اور غریب مزاجی کی وجہ سے میرے سب رشتہ دار اور دوست اور محلہ والے اور شہر والے مجھ سے خوش تھے اور تعریف کیا کرتے تھے۔ مگر اب ایام بیعت کی خبر سنکر سب رشتہ دار (علاوہ جدی رشتہ داروں کے کیونکہ جدی رشتہ دار بفضل خدا سب میرے ساتھ بیعت میں شامل تھے۔) اور دوست ایذا دہی کے درپے ہو گئے۔ کبھی پنچایت کرتے اور حقہ پانی بند کرتے۔ اور کبھی مولویوں کو بلا بلا کر ہمارے خلاف وعظ کراتے۔ اور رشتہ داروں اور دوستوں اور پبلک کو ہمارے خلاف برانگیختہ کرتے۔ ایک دوکان دار شیر فروش ہمارے ساتھ تھا۔ اس سے دودھ لینا بند کرا دیا۔

مزدوروں سے مزدوری کرانی بند کر دی۔ اور ناطہ رشتہ بند کر دیئے۔ اور لوگوں کو نصیحت کرتے۔ کہ اگر کوئی احمدی کی مکان کے نیچے سے آ نکلیگا۔ کافر ہو جاویگا۔ قدرت خدا کی جو مولوی نصیحت کرتے۔ وہی میرے گھر پر آکر کھانا وغیرہ کھا جاتے۔ لوگ دیکھکر بہت پشیمان ہوئے۔ بیعت کرنے کے بعد ہم نے نماز باجماعت چونکہ غیر احمدی امام مسجد کے پیچھے پڑھنی ترک کر دی۔ یا تو علیحدہ علیحدہ نماز پڑھ لیتے یا اپنے میں سے کسی کو امام بنا لیتے۔ اور نماز باجماعت کر لیتے۔ اس پر محلہ والے تنازعہ اور جھگڑا کرنے لگے۔ ہم نے رفع شر کے لئے نماز باجماعت مسجد میں اپنے امام کے پیچھے بھی پڑھنی ترک کر دی۔ بلکہ اپنے مکان پر نماز باجماعت پڑھ لیتے۔ (جو میں نے کرایہ پر لیا ہوا تھا) یہ مکان بھی مالک مکان نے خالی کرا لیا۔ پھر دوسرے مکان میں جو میں نے کرایہ پہ لیا۔ نماز باجماعت ادا کرتے۔ اسی عرصہ میں ہم نے تعمیر مسجد کے لئے ایک شخص مسمی رمضان سے جو احمدی تھا تین دوکانات مع سفید زمین کے مبلغ تین صد روپیہ میں بیع کرا لیا اسی اثنا میں ڈاکٹر بشارت احمد صاحب بٹالہ پہ بطور اسسٹنٹ سرجن ہو کر آ گئے۔ جماعت کو ڈاکٹر صاحب موصوف کے آنے سے بڑی تقویت ہو گئی۔ وہ بڑے پرجوش تھے۔ مغرب عشاء فجر کی نماز باجماعت دوکان میں پڑھ لیتے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف کو اپنا امام بنا لیتے۔ وہ دوکانات لب سڑک تھیں۔ بلا خوف و خطر دن میں آتے۔ اور نماز کی جماعت ادا کرتے۔ اور ہر وقت تبلیغ میں معروف رہتے۔ اور وہ اکثر بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ میرا دل تو یوں چاہتا ہے۔ کہ ایک اشتہار موٹے موٹے حرفوں میں یہ لکھ کر کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے۔ اور اپنے کوٹ میں سینے پہ لگا کر منادی کرتا پھروں۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے۔ افسوس ڈاکٹر صاحب موصوف حضرت خلیفہ اوّل کے وصال کے بعد غیر مبائع ہو گئے۔ اور حضرت خلیفہ ثانی اور خاندان مسیح موعود علیہ السلام کے سخت مخالف ہیں۔ جیسا کہ اخبار بین اصحاب پر عیاں ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے حال پر رحم فرمائے۔ اسی سال یعنی اکتوبر ۱۹۰۳ء میں میرا ارادہ ہوا۔ کہ میں اپنی زمین پر مکان تیار کر دوں۔ جو ملحقہ دوکانات مذکورہ تھی۔ چنانچہ چوہدری رستم علی صاحب مرحوم نے بنیاد رکھی۔ اور دعا فرمائی۔ الحمد للہ کہ مکان اپریل ۱۹۰۴ء میں بالکل تیار ہو گیا۔ سنہ ۱۹۰۴ء میں مولوی کرم الدین کے مقدمہ کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشی گورداسپور کے مجسٹریٹ لالہ چندولعل صاحب کی عدالت میں تھی۔ چوہدری رستم علی صاحب مرحوم نے کہا کہ میرا ارادہ پیشی مقدمہ پہ جانے کا ہے۔ بہتر ہے۔ کہ تم بھی میرے ساتھ چلو۔ چنانچہ میں تیار ہو گیا۔ اور ہم ریل میں سوار ہو کر سیدھے گورداسپور پہنچے۔ شاید گیارہ یا بارہ بجے دن کا وقت تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام عدالت سے واپس آ رہے تھے۔ چوہدری صاحب نے فرمایا۔ کہ وہ حضرت صاحب ہیں۔ میں نے جب دیکھا تو حیران سا ہو گیا کیونکہ آپ لمبا سیاہ کوٹ پہنے ہوئے تھے۔ اور کمر میں زرین پٹکا بندھا ہوا تھا۔ حضور معہ خواجہ کمال الدین صاحب ایک دری پر ایک درخت کے سایہ کے نیچے بچھی ہوئی تھی بیٹھ گئے۔ اور مقدمہ کی باتیں ہوتی رہیں۔ اتنے میں دری پر کھانا آ گیا۔ نان اور گوشت سب کے سامنے۔ ایک ہی

کیونکہ جب مجھے دہلی والوں سے محبت اور انس محسوس نہ ہوئی۔ . . .
. . . . ۔ تو میرے دل نے جوش مارا
کہ محبوب صدق و صفا اور ربِ عاشقان حضرت مولیٰ جو میری طرح
دہلی کے باشندوں سے بہت سا جور و جفا دیکھ کر اپنے
محبوب حقیقی سے جا ملے۔ ان کی متبرک مزاروں کی زیارت
سے دل کو خوش کروں۔ چالیس پچاس کے قریب باہر سے
احباب حضرت اقدس کی خدمت میں نیاز حاصل کر چکے تھے۔
جن کے نام میرے یاد ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ حضرت
حکیم مولوی نور الدین صاحب (خلیفہ اوّل) صاحبزادہ میاں
محمود احمد صاحب (خلیفہ ثانی) میر ناصر نواب صاحب۔ ڈاکٹر
میر محمد اسمٰعیل صاحب۔ میاں عبد الخالق صاحب مظفر نگر سے۔
میاں صاحب انوار حسین شاہ آباد۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب۔
ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب۔ ڈاکٹر محمد حسین صاحب۔ خواجہ
کمال الدین صاحب۔ حضرت یعقوب علی صاحب عرفانی۔ دوسرے
روز جب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام بہ ہمراہی خدام پیدل
خواجہ نظام الدین صاحب علیہ الرحمۃ کے مزار مبارک پر تشریف
لے گئے۔ تو وہاں کے سجادہ نشینوں میں سے خواجہ حسن نظامی
صاحب نے بہت محبت سے ساتھ ہو کر تمام مقامات دکھائے۔
حضرت اقدس نے خواجہ صاحب کے مزار پر پہنچ کر دونوں ہاتھ
اٹھا کر دعا کی۔ اور دیر تک دعا کرتے رہے۔ بعد دعا کسی نے
خدام میں سے عرض کی۔ کہ قبر پر کیا دعا کرنی چاہیئے۔ تو حضور
نے فرمایا۔ کہ ہاں صاحب قبر کے واسطے دعائے مغفرت کرنی چاہیئے
اور اپنے واسطے بھی خدا سے دعا مانگنی چاہیئے۔ انسان ہر وقت
خدا کے حضور دعا کرنے کا محتاج ہے۔ علاوہ ازیں حضور دوسرے
بزرگوں اور اولیاء اللہ کے مزاروں پر بھی تشریف لے گئے۔
حضرت شاہ ولی اللہ صاحب۔ جناب قطب الدین صاحب۔ خواجہ
باقی باللہ صاحب اور خواجہ نصیر الدین صاحب چراغ دہلی۔
بعض مزاروں پر حضور مع خدام گاڑیوں میں تشریف لے گئے۔
اور بعض پر پیدل مع خدام تشریف لے گئے۔ پہلے سفر کی نسبت اب
کی دفعہ دہلی والوں نے نرمی دکھلائی۔ غرض حضرت اقدس کچھ
روز کے قیام کے بعد واپس قادیان تشریف لے آئے۔ اور رستہ
میں تقریباً ہر سٹیشن پر خدام نیاز حاصل کرتے رہے۔ سنہ ۱۹۰۴ء
سے ۱۹۰۵ء تک ہر ایک جلسہ سالانہ پر بماہ دسمبر یہ عاجز حاضر قادیان
ہو کر حضرت اقدس کا نیاز حاصل کرتا رہا۔ اور حضور کے اور دیگر
بزرگان دین کی تقاریر سے مستفیض ہوتا رہا۔ حضور کا معمول
تھا۔ کہ جلسہ کے موقعہ پر بھی بوقت صبح مع خدام کے سیر کو
جانب شمال تشریف لے جاتے تھے۔ سنہ ۱۹۰۶ء کے جلسہ پر میں بھی
حضرت اقدس کے ساتھ خداموں میں شامل تھا۔ حضرت صاحب
بہت تیز چلتے گئے۔ جب اس جگہ پر پہنچے۔ جہاں کہ بورڈنگ
ہاؤس ہے۔ اور میر قاسم علی صاحب کا مکان ہے۔ تو میں اور
شادی بابا مرحوم جو میرے ساتھ انبالہ سے گئے تھے۔ اور مولوی
نور الدین صاحب (خلیفہ اوّل) مرحوم مغفور جھاڑیوں میں ایک
جگہ بیٹھ گئے۔ اور حضرت صاحب اور دوسرے خدام آگے چلے
گئے۔ بہت دیر کے بعد جب حضور واپس تشریف لائے۔ تو
میر قاسم علی صاحب نے اسی جگہ جہاں پر ہم بیٹھے تھے اپنی نظم

مبارک ہو مسیحائے زماں کو بزم آرائی
غلامان مسیحا کو مبارک ہو یہ یکجائی

بڑے جوش اور بلند آواز سے سنانی شروع کی۔ حضرت صاحب
مع دیگر خدام کے سب کھڑے ہو گئے۔ میر صاحب نے جب اپنی
نظم ختم کی۔ تو مولوی مبارک علی صاحب نے اپنی نظم فارسی سنانی
شروع کی۔ حضرت صاحب مع کل مجمع کے تقریباً ایک آدھ گھنٹہ
وہاں پر کھڑے رہے۔ اور اطمینان سے سنتے رہے۔ ختم ہونے پر تشریف
لے چلے۔ جلسہ سالانہ سنہ ۱۹۰۷ء پر حضرت اقدس کو الہام ہوا۔ کہ اطعموا
الجائع والمعتر۔ بھوکے اور مضطر کو کھانا کھلا۔ صبح سویرے حضور
نے دریافت کیا تو معلوم ہوا۔ کہ رات بعض مہمان بھوکے رہے۔
اسی وقت حضور نے ناظمان لنگر خانہ کو بلایا۔ اور بہت تاکید کی۔
کہ مہمانوں کی ہر طرح خاطر داری کی جاوے۔ اور ان کو کسی قسم کی
تکلیف نہ ہو۔ غالباً سنہ ۱۹۰۶ء یا سنہ ۱۹۰۷ء کے جلسہ پر حضرت اقدس
تقریر مسجد اقصیٰ میں فرما رہے تھے۔ اور خدام کل صحن میں تھے۔
اور چونکہ صحن میں کل سما نہیں سکتے تھے۔ اس لئے ایک مکان خام کی
چھت پر بھی کچھ احباب بیٹھ گئے۔ مالک مکان نے شور مچانا شروع
کر دیا۔ اور بہت بدزبانی کی۔ حضرت صاحب نے اسی وقت فرمایا۔
اس مکان کی چھت پر سے سب دوست اٹھ کر صحن مسجد میں بیٹھ جاویں
اور آئندہ اس مکان کی چھت اور صحن مسجد کے درمیان تار لگا دی
جاوے۔ پھر کوئی دوست اس مکان کی چھت پر نہیں بیٹھا۔ خدا
کی قدرت اب نہ وہ مکان ہے۔ نہ مکیں ہے۔ بلکہ وہ مکان
مسجد اقصیٰ کا صحن ہو گیا ہے۔ عبرت! عبرت!! عبرت!!!

نوٹ:۔ یہ واقعہ اپنے موقعہ پر لکھنا یاد نہیں رہا تھا۔ اس
لئے یہاں لکھتا ہوں۔

سنہ ۱۹۰۲ء میں ایک دفعہ جمعہ کے روز جب غیر احمدی نماز جمعہ
ادا کر چکے۔ اور احمدی ابھی نماز جمعہ ادا کرنے لگے۔ نماز پڑھنے
کے بعد غیر احمدیوں نے ناحق کا جھگڑا شروع کر دیا۔ کہ تم کیوں
یہاں پر نماز پڑھتے ہو۔ ہم تمہیں ہرگز نماز نہیں پڑھنے دیں گے۔
بلکہ بہت سے غیر احمدیوں نے عدالت صاحب ڈپٹی کمشنر میں جا کر
ایک شکایتی عرضی دیدی۔ کہ بابو عبد الرحمٰن مرزائی ہو گیا ہے۔
اور وہ فساد کر رہا ہے۔ ہم کو مارا اور مروایا۔ حالانکہ میں دفتر میں
کام کر رہا تھا۔ مجھے اس جھگڑا اور تنازعہ کا کچھ علم ہی نہ تھا۔
دفعۃً ڈپٹی کمشنر صاحب کا اردلی میرے پاس آیا (میں ان ایام
میں ہیڈ ٹریژری کلرک تھا) اور مجھے کہنے لگا۔ کہ صاحب ڈپٹی
کمشنر بہادر نے بلایا ہے۔ اور کہا ہے کہ آپ کیوں ایسی باتوں میں
آتے ہیں۔ لوگوں نے آپ کے خلاف شکایتی عرضی کی ہے۔ بہتر ہے
کہ آپ صاحب سے کہہ دیں۔ کہ میرا ان سے کچھ تعلق نہیں ہے۔
میں نے کہا۔ کہ اس میں تو شک نہیں کہ تم دیکھ رہے ہو میں یہاں
دفتر میں بیٹھا ہوا ہوں۔ اور لوگ جھوٹ میرا نام لے رہے ہیں۔
مگر میں اس بات سے تو انکار نہیں کر سکتا۔ کہ میں احمدی ہوں اور
کہ احمدیوں سے میرا تعلق ہے۔ اس نے کہا۔ پھر کم از کم یہ ہوگا۔
کہ آپ کا تبادلہ ہو جائیگا۔ میں نے کہا حق کو قبول کرنے اور کہنے
سے جو کچھ بھی سر پر آوے وہ سب انشاء اللہ تعالیٰ برداشت
کروں گا۔ چنانچہ میں صاحب ڈپٹی کمشنر کی عدالت میں گیا۔ مسٹر
میریڈیتھ ڈپٹی کمشنر تھے۔ جو بعد میں فنانشل کمشنر بھی رہے صاحب
بہادر بہت تیز مغلوب الغضب افسر تھے۔ فرمانے لگے آپ کا تبادلہ
ہے۔ بہتر ہے۔ کہ آپ نئی مسجد بنوالیں۔ میں نے کہا۔ کہ میں تو دفتر
میں بیٹھا ہوا کام کر رہا ہوں۔ مجھے معلوم نہیں کہ کیا معاملہ ہے۔
اور میں جہاں تک جانتا ہوں۔ احمدی بہت امن پسند ہیں اور فساد
اور تنازعہ غیر احمدیوں کی طرف سے ہوتا ہے۔ صاحب ڈپٹی کمشنر
نے کہا۔ اچھا ہم کمیشن مقرر کر دینگے۔ چنانچہ میر اعجاز حسین صاحب
مرحوم وکیل اور منشی نجیب صاحب تھا، کو کمیشن تصفیہ کے لئے مقرر
کر دیا۔ کمیشن نے تحقیقات کے بعد فیصلہ کر دیا۔ اور فریقین کے دستخط
کرا لئے۔ کہ اس مسجد میں امام غیر احمدی ہوگا۔ اور احمدی اس
کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں۔ ورنہ احمدی اپنی نماز علیحدہ پڑھ
لیں۔ ہم نے رفع شر کے لئے اس فیصلہ کو منظور کر لیا۔ چنانچہ کچھ
سال تک نماز باجماعت ہوتے مکان میں دکانوں میں جو اس غرض
کے لئے خریدی گئیں پڑھتے رہے۔ جب ضرورت کوئی احمدی علیحدہ
نماز مسجد میں پڑھ لیتا۔ تو کوئی اعتراض نہ کرتا۔ اور ابھی زمانہ میں
مولوی محمد علی صاحب کو جن کا میلان [illegible] احمدیوں کی طرف تھا۔ اور
جو عرصہ دو سال سے جیسا کہ میں نے پہلے تحریر کیا ہے مسجد میں امامت
کرا رہے تھے۔ علیحدہ کر دیا۔ اور وہ اپنے گاؤں جو ادر ضلع
گوجرانوالہ میں چلے گئے۔ یہاں سے علیحدہ ہونا ان کے حق میں
بہت بہتر ہوا۔ کیونکہ وہاں [illegible] احمدی ہو گئے۔
خدا کے فضل سے ان کی سعی [illegible] احمدی [illegible]
صاحب موصوف کے پانچ لڑکے ہیں۔ [illegible] ایکسٹرا اسسٹنٹ [illegible]
[illegible] مولوی محمد [illegible] مولوی فاضل [illegible] قادیان۔ میاں
عبد اللطیف سیکرٹری انجمن [illegible] مولوی محمد [illegible]
مبلغ امریکہ اور محلہ دار الرحمت میں دو [illegible] مکان لب سڑک ہیں
اور دو مربع زمین کے مالک ہیں۔ الحمد للہ۔ یہ سب احمدیت کی
برکات ہیں۔

ایک عظیم الشان لیکچر جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے
۳ ستمبر سنہ ۱۹۰۴ء کو لاہور میں دیا۔ اس میں میں بھی شامل ہوا۔
اور حضرت اقدس کا نیاز حاصل کیا۔ یہ تقریر ایک مکان میں
ہوئی۔ جو لب سڑک واقع تھا۔ اور سڑک کے ملحق ایک باغ
تھا۔ اور باغ میں خدام اور احباب تشریف لائے تھے۔
ان سب میں محبت [illegible] تھا۔ [illegible] کے
غول اور ٹولیاں کی ٹولیاں سڑک پر اور کوئی باغ میں کھڑی
تھیں۔ کہیں مناجات پڑھی جاتی تھیں۔ کہیں وفات مسیح پر
مضمون پڑھا جا رہا تھا۔ اور کہیں [illegible] جا رہی تھی۔
اور [illegible] دوست [illegible] احباب [illegible] معلوم
ہوتے تھے۔ [illegible] حضرت اقدس تشریف لائے۔ اور خواجہ
کمال الدین صاحب اور ڈاکٹر محمد حسین صاحب [illegible] ڈاکٹر مرزا
یعقوب بیگ صاحب۔ شیخ یعقوب علی صاحب اور دوسرے
دوستوں نے سٹیج پر حضرت کے چاروں طرف ڈھال کی طرح
حفاظت کے لئے کھڑے رہے۔ کیونکہ حضرت صاحب نے کھڑے
ہو کر تقریر شروع کر دی۔ اور تقریباً تین گھنٹہ تک تقریر ہوئی۔
بعد ختم تقریر حضرت اقدس مع خدام گاڑی میں سوار ہو کر ڈیرہ
پر تشریف لے گئے۔

كل من عليها فان ويبقى وجه ربك ذو الجلال
والاكرام۔ سنہ ۱۹۰۸ء حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال
کا سال ہے۔ دسمبر سنہ ۱۹۰۷ء میں الہام ہوا۔ کہ مخرام کہ وقت
تو نزدیک رسید۔ ۲۷ کو ایک واقعہ (ہمارے متعلق) اللہ
خیر و ابقیٰ۔ لاش کو کفن میں لپیٹ کر لائے ہیں۔ ۲۶ اپریل
سنہ ۱۹۰۸ء ساعتِ امین از بازی روزگار۔ ۹ مئی سنہ ۱۹۰۸ء الرحیل
ثم الرحیل۔ ان اللہ یحمل کل حمل۔ ۱۷ مئی سنہ ۱۹۰۸ء
مکن تکیہ بر عمر ناپائیدار۔ ۲۰ مئی سنہ ۱۹۰۸ء آخری الہام ہوا۔
الرحیل ثم الرحیل۔ چنانچہ اجل مقررہ ۲۶ مئی سنہ ۱۹۰۸ء کو
آ پہنچی۔ حضرت چوہدری رستم علی صاحب مرحوم کے پاس لاہور
سے تار آیا۔ کہ حضرت اقدس کا انتقال ہو گیا ہے۔ چوہدری
صاحب مرحوم نے مجھے دکھلایا۔ ہم دونوں بڑے مغموم اور
فکرمند ہوئے۔ چوہدری صاحب فرمانے لگے۔ بہت بے وقت

[illegible] پیشگوئیاں باقی ہیں۔ زلزلے لگے۔ مجھے
[illegible] بتلایا تھا۔ کہ حضرت صاحب ہمارے
[illegible] چوہدری صاحب تو رخصت لے کر
[illegible] چونکہ دفتر خزانہ میں بہت زیادہ کام
[illegible] پڑتے ہیں۔ میں نہ جا سکا۔
[illegible] (ہمارے متعلق) لاش
[illegible] حضور کی لاش کفن میں لپیٹ کر بذریعہ
[illegible] قادیان لائی گئی۔ سب کی
[illegible] نور الدین صاحب مرحوم
[illegible] بیعت ہو گئے۔ اور سب نے
[illegible] خلیفۃ المسیح اوّل کی اقتدا میں
[illegible] صاحب واپس تشریف لے آئے۔
[illegible] صاحب جنرل سیکرٹری کی طرف
[illegible] کمال الدین صاحب مرحوم و ڈاکٹر
[illegible] مرحوم۔ ڈاکٹر محمد حسین صاحب مرحوم۔
[illegible] حضرت [illegible] صاحب
[illegible] خلیفۃ المسیح اوّل تسلیم اور منتخب
[illegible] جماعت انبالہ بھی ان کو خلیفہ قبول کرے۔
[illegible] حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کی خدمت
[illegible] خود جماعت انبالہ شہر کے تجدید بیعت
[illegible] بھیجے گئے۔ (باقی آئندہ)

اعداد و شمار کا استعمال

[illegible] سرکاری اعداد و شمار شائع
[illegible] کے ان تخمینوں سے مختلف قسم کے
[illegible] شاید ہم نے کبھی اپنے آپ سے بھی پوچھا
[illegible] کی ان طویل فہرستوں کا ماحصل کیا ہے۔
[illegible] کہ ان لوگوں کے پاس جنہوں نے ان
[illegible] بہت سا فاضل وقت ہوگا۔
[illegible] کی مانند خشک ہندسوں سے
[illegible] خالی نہیں۔ یہ اعداد اور گنتیاں ہماری
[illegible] کی طرف مبذول کراتی ہیں۔ جن پر انکی خیر موجودگی
[illegible] دکھائی دیتا۔
[illegible] کہ اگرچہ انسان ہیں سے ہر کسی
[illegible] نہایت موذی قسم کے جانور ہوتے ہیں، مگر
[illegible] یہ تو جب ہی سمجھ میں آتا ہے جب
[illegible] کے اندازوں کو ہم پڑھتے ہیں۔
[illegible] سکولوں میں سکھایا جاتا ہے۔ کہ ملیریا انسان کے جسم میں
[illegible] کے ذریعہ داخل ہوتا ہے۔ مگر جب اعداد و شمار سے
[illegible] کہ صرف برطانوی ہند میں ہر منٹ پر ملیریا سے
[illegible] ہوتی ہیں۔ اور یہ کہ ہر سال دس کروڑ انسانوں پر ملیریا
[illegible] تب کہیں یہ پتہ چلتا ہے۔ کہ ملیریا کتنا بڑا عذاب
[illegible] طاعون اور جنگ سے بھی زیادہ
[illegible]
[illegible] کرنا باقی رہ جاتا ہے۔ کہ ملیریا کے ایجنٹوں
[illegible]
[illegible]

ہے۔ بڑے بڑے مشاہیر نے (ہمارا اشارہ سر رونالڈ راس، لاوران اور دیگر حضرات کی طرف ہے) اپنی عمریں ملیریا کی تحقیق پر صرف کر دیں۔ اور بلاشبہ ان کی کوششیں بے فائدہ اور لاحاصل نہیں تھیں آج عالم انسانیت انہیں کے طفیل یہ جانتی ہے۔ کہ کس طرح ملیریا کے بخاروں سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔ یہ طریقہ کونین ہے۔

مجلس بین الاقوام کی ملیریا کمیشن کی رائے ہے۔ کہ ملیریا سے بچنے کیلئے صحیح خوراک ۱۰ گرین کونین پورے بخار کے موسم کے دوران میں بوسیہ استعمال کرنا چاہیئے۔ ملیریا کے علاج کیلئے کمیشن نے سفارش کی ہے۔ کہ ۱۵ سے ۲۰ گرین کونین کی خوراک یومیہ ۵ سے ۷ دن تک استعمال کی جائے۔ کسی مزید علاج کی کوئی ضرورت نہیں البتہ بیماری کے عود کر آنے کی صورت میں علاج پہلے کی طرح پھر شروع کر دینا چاہیئے۔

بقیہ مضمون صفحہ ۲

ان کی فہرست شائع کر دیتے۔ تاکہ یہ تو معلوم ہو سکتا۔ کہ اس قدر خدائی وعدے تھے۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح کی ذات میں تو پورے نہیں ہوئے۔ مگر جناب مولوی محمد علی صاحب کی ذات میں پورے ہو گئے۔ اگر اس وقت آپ کی نظر سے نظر انداز ہو گئے ہوں۔ تو اب ہی ان خدائی وعدوں کو لکھ دیجیئے۔ اور اگر آپ کو یاد نہ رہا ہو۔ تو میں ایک وعدے کی طرف توجہ دلاتا ہوں اور یہ وہی وعدہ ہے۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"آپ بھی نیک ارادے رکھتے تھے"

اب رہا حضرت امیر المومنین نے پیر پرستی کے غار میں جماعت کو دھکیل دیا۔

مگر افسوس تو یہ ہے

کہ یہ سب کچھ آپ سے آپ کی تشبب کوری کرا رہی ہے۔ ورنہ خدا تعالےٰ کے فضل سے ہمارے سینے نور ایمان سے معمور ہیں۔ اور ہم دن رات بڑھ رہے ہیں۔ پھیل رہے ہیں۔ اور حضرت امام کے نور سے روشنی حاصل کر رہے ہیں۔ خدا آپ کو بھی بصیرت دے۔ اور تعصب کا پردہ آپ کی آنکھوں سے اٹھ جائے۔ اور اپنے امیر جماعت کے ساتھ پھر حضرت مسیح موعود کے "پاس آ کر بیٹھ جائیں" ورنہ ان باتوں سے تو کوئی نتیجہ نہیں۔

ہاں

ایک امر اور بھی قابل ذکر ہے۔ اور وہ ہماری مدح خوانی اور قصیدہ نگاری کا تذکرہ۔ ہم کو اپنی مدح خوانی اور قصیدہ نگاری پر اس طرح فخر ہے۔ جس طرح حضرت حسان بن ثابت کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح خوانی اور قصیدہ نگاری پر فخر تھا۔ یہ وہ مدح خوانی ہے جو حق اور حقیقت کی مدح خوانی ہے جو سچائی کی قصیدہ نگاری ہے۔ ورنہ یہ کسی دنیاوی لالچ کے عوض میں قصیدہ خوانی نہیں۔ الحکم ہمیشہ لالچ اور مادی فائدے سے بالا رہا ہے۔ [illegible] جب کہ لاہوری احباب کے سرگروہ مؤسس الحکم کو ان کی مشکلات کو ختم کر دینے کا لالچ دے رہے تھے۔ اس وقت ان کی مدح میں بھی کوئی قصیدہ لکھا جاتا۔ مگر مؤسس و ایڈیٹر الحکم نے ہمیشہ اس عمل کا مقابلہ پوری قوت سے کیا۔ اور الحکم جب تک دنیا میں موجود رہے گا۔ اس کا یہی دستور العمل رہے گا۔ اور وہ اس شاہراہ پر گامزن رہے گا۔ کہ حق کے مقابلے میں کوئی طاقت اسے مرعوب نہ کر سکے گی۔ (انشاء اللہ)

الحکم کی بیس کاپیوں کا تحفہ

بالآخر میں اعلان کرتا ہوں کہ ایک دوست نے جن کے دل میں ان بعض بھٹکے بھائیوں کے لئے بڑا درد ہے مجھے بیس کاپیوں کی قیمت ادا کی ہے۔ کہ بیس کاپیاں ان کی طرف سے آپ لوگوں میں مفت تقسیم کر دوں۔ اس لئے جو لاہوری اصحاب الحکم کا یہ جوبلی نمبر لینا چاہیں۔ وہ الگ الگ اپنی درخواستیں معہ ایک ٹکٹ برائے محصول ڈاک بھیج دیں۔ ان کو پرچہ روانہ کر دیا جائے گا۔ (محمود احمد عرفانی)

بقیہ مضمون صفحہ (۳)

قائم فرمودہ سلسلہ کی صداقت پر مہر ثبت فرما دیا۔ تو اس نشان عظیم کو مشتبہ کرنے کی خاطر کہیں ہندوؤں نے جگ کئے۔ التجائیں کیں۔ پرارتھنائیں کیں۔ تو کہیں مسلمانوں نے نمازیں پڑھیں۔ دعائیں مانگیں۔ مگر خدا نے ان کو ناکام رکھا۔ نہ ہندوؤں کی سنی گئی اور نہ ہی احرار کی۔ آخر ہمارے آقا و نامدار تشریف لائے۔ بعض خدام نہر تک استقبال کو گئے۔ ہمارے ایک نازنوجوان عزیز اور مکرم مولانا مولوی ابوالعطا صاحب بھی ان کے ساتھ تھے۔ حضور نے بارش کی کیفیت دریافت فرمائی۔ کیا ہی ایمان افروز اور پیارا جواب انہوں نے عرض کیا:۔

"اب حضور تشریف لے آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے۔ کہ اپنے فضل سے بارش نازل فرمائے گا"

حضور نے یہ جواب سنکر تبسم فرمایا۔ مولانا المکرم فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضور کے چہرہ انور پر توجہ الی اللہ کے آثار محسوس کئے۔ چنانچہ اس واقعہ پر ابھی ۲۴ گھنٹے بھی نہ گذرے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے خوب زور کی بارش نازل فرما دی۔

کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

کہ خدا کے مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں۔ الم یأن للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما نزل من الحق؟

میری قادیان سے غیر حاضری

میں بعض نہایت ضروری کاموں کے لئے دو یا تین ہفتوں کے لئے بمبئی اور سکندر آباد دکن جا رہا ہوں۔ میں کوشش کروں گا۔ کہ میرے بعد ایسا انتظام رہے۔ کہ اخبار میرے بعد نکل سکے۔ اگر اس میں کسی قسم کی روک واقع ہوئی یا تاخیر ہوئی۔ تو احباب معذور خیال فرماویں۔ اس کی کو صفحوں کے بڑھانے کے ذریعہ انشاء اللہ پورا کر دیا جائے گا۔

والسلام

محمود احمد عرفانی ایڈیٹر الحکم
قادیان۔ دارالامان